صحیح تاریخِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

جشنِ میلاد؛ یومِ وفات پر؟

ایک تحقیق ایک جائزہ

تحریر
ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (السعودیہ)

نشر و توزیع
توحید پبلیکیشنز، بنگلور

نام کتاب : صحیح تاریخ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ
: جشنِ میلاد؛ یومِ وفات پر؟
تحریر : ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
کمپوزنگ : شاہد ستّار
طبع اول : ۲۰۰۲ء

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

1- بنگلور۔ فون. ۶۶۵۰۶۱۸
2- چار مینار بک سنٹر
چار مینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۱
3- میسور، فون. ۴۹۲۱۲۹

رابطہ: E-Mail:tawheed_pbs@hotmail .com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	نگاہِ اوّلین	4
2	ظہورِ قدسی یا نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت	6
3	عِید میلاد کے نام پر کی جانے والی یہ خُوشیاں ولادَت پر ہیں یا وفات پر؟	9
4	مروّجہ مِیلا دالنّبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب وسُنّت کی روشنی میں	13
5	صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ اَربعہؒ کی نظر میں	17
6	قائلینِ عید میلا دالنّبی ﷺ کے دلائل اور اُن کا جَائزہ	22
7		23 ❶
8	❷ اعتراض اور جواب	24
9	❸ اعتراض اور جواب	26
10	❹ اعتراض	26
11	جواب	27
12		28 ❺
13	❻ اعتراض اور جواب	29
14	⑦ اعتراض اور جواب	31
15		32 ⑧
16	کتابیات	35
17	تراجم وتصانیف محمد منیر قمر	37

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگاہِ اوّلین

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ، وَنَسْتَعِیْنُہ، وَنَسْتَغْفِرُہ، ،وَ نَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَا لِنَا، مِنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ، ،وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہ، ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ أَ نَّ مُحَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہ، .

اَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُاللّٰہِ وَ بَرکَا تُہ، :

ہر سال ماہ ربیع الاول کی آمد پر اسلامیانِ برصغیر میں ایک بحث چھڑ جاتی ہے کہ عید میلا دالنّبی ﷺ پر جشن وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکے ساتھ ہی ایک دوسری قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کس تاریخ کو ہوئی؟

زیرِ نظر کتابچہ میں انہی دونوں سوالوں کا مدلّل جواب دیا گیا ہے، دراصل تو یہ ہماری چند ریڈیائی تقاریر ہیں جو ریڈیو متحدہ عرب امارات اُم القیوین کی اردو سروس سے کئی مرتبہ نشر ہوئیں۔ اور یہی موضوع ہماری کتاب ''سیرۃ امام الانبیاء'' اور ''قبولیتِ عمل کی شرائط'' میں شائع ہو چکا ہے۔ اور متعدد جماعتی پرچوں میں بھی قسط وار شائع ہوا ہے۔ اب ہم اسے الگ مستقل رسالے کی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے، اس توفیق پر شکر گزار ہیں۔ اور دعاء گو ہیں کہ اسے شرفِ قبول سے نوازے اور پھر اپنے احباب میں سے حافظ ارشاد الحق صاحب (فاضل، مدینہ یونیورسٹی، مقیم الذید

شارجہ) کے بھی ممنون ہیں کہ انھوں نے تقاریر کے اسکرپٹس کو مسلسل تحریر کی شکل میں منتقل کر دیا۔
اور اس کی طباعت وشاعت میں تعاون کرنے والے تمام احباب خصوصاً جناب رحمت اللہ خان صاحب (ایڈووکیٹ) اور جناب شاہد ستار صاحب کے بھی تہہ دل سے احسان مند ہیں۔
جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

سعودی عرب، الخبر — ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدّین
شبِ دوشنبہ — ترجمان سپریم کورٹ الخبر وداعیہ متعاون
۲/۵/۱۴۲۲ھ — مراکزِ دعوت وارشاد، الخبر، الدمام، الظہران
۲۳/۷/۲۰۰۱ء

۱۔ یہ ارہاصاتِ نبوت دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے اور طبقات (۱/۶۳) میں ابنِ سعد وغیرہ نے ذکر کیئے ہیں۔ مگر علاّمہ محمد الغزالی نے اپنی کتاب ''فقہ السیرۃ'' میں ان تعبیرات کو غلط قرار دیا ہے۔ (فقه السيره بتخريج الالبانی ص۶۱ طبع مصر)
۲۔ سیرت النبی ﷺ علاّمہ شبلی ۱/۱۷۰ تا ۱۷۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظہورِ قُدسی

یا

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

۳۔ ترمذی شریف میں قیس رضی اللہ عنہ بن مخرمہ کے الفاظ ہیں ''وُلِدْتُّ اَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَامَ الْفِیْلِ'' اسی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قباث رضی اللہ عنہ بن اشیم سے پوچھا: اَنْتَ اَکْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''تم بڑے یا رسول اللہ ﷺ؟'' تو انہوں نے کمالِ اَدب سے جواب دیا: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْهُ فِی الْمِیْلَادِ ''مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں البتہ میں آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا تھا''۔
(ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۱۰/۸۸تا۸۹، حدیث ۳۶۹۸، طبع مدنی)

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے زاد المعاد، ۱/۸۱تا۸۲ بہ تحقیق الارناؤوط طبع قطر۔

۵۔ فقہ السیرۃ غزالی ص ۶۱۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ارض و سماء کے رُوحانی تعلّق اور رشتۂ وحی کو منقطع ہوئے کم و بیش چھ سَو سال گُزر چُکے تھے۔ پُوری دُنیا بالعموم اور ملک و قومِ عرب بالخصوص کچھ اس طرح کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی انحطاط سے دوچار تھی کہ پُورا عالمِ انسانیت ہی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گِھر چکا تھا۔ انسان کا ضمیر مُرجھا چُکا تھا۔ تاریکیوں نے ہر پہلُو سے بنی آدم کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور روشنی کی کوئی کِرن دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔

خالقِ کائنات، مالکِ ارض و سماء کو اپنی اس مخلوقِ انسانی کے حال پر ترس آ گیا۔ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس نے بھٹکی ہُوئی انسانیت کی رہنمائی کے لئے اولادِ ابراہیم خلیل اور نسلِ اسماعیل ذبیح علیہما لسّلام سے نبی آخر الزّمان رحمۃً لِلّعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پَیدا فرمایا۔

آپ ﷺ کی ولادت کے اُس یومِ سعید کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''چمنستانِ دَہر میں بارہا رُوح پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخِ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سرو سامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ لیکن آج (یعنی ۹؍ربیع الاوّل) کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دَہر نے کروڑوں برس صَرف کر دیئے۔ سیّارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخِ کُہن مدّت ہائے دراز سے اسی صبحِ جان نواز کے لیئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضاء و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدّت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، اَبر و باد کی تردستیاں، عالمِ قُدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یُوسف، معجز طرازئ موسیٰ، جان نوازئ مسیح (علیہم السّلام) سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر، شاہِ کونین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دربار میں کام آئیں گے''۔

آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سِیَر اپنے محدُود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ:

''آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چَودہ کنگرے گرِ گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہوگیا''۔ [1]

لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم اوراوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتشکدۂ کفر، آذرکدۂ گمراہی سرد ہوکررہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی۔ بُت کدے خاک میں مِل گئے۔ شیرازۂ مجوسیّت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ توحید کا غلغلہ اُٹھا۔ چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتابِ ہدایت کی شُعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پَرتوِ قدس سے چمک اُٹھا۔ (یعنی) یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالم، شاہِ کونین، عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزّت واجلال ہُوئے۔ ۲؎

اور یہ تحقیق ہم آگے پیش کررہے ہیں کہ ہئیت دانوں، موّرخوں اور سیرت نگاروں نے صحیح ترین تاریخِ ولادت ۹ ربیع الاوّل ۱؁ عام الفیل ۳؎ ۲۰ اپریل بروز پیر کو ہی قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت کے بعد سیّدہ آمنہ نے آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو پیغامِ مسّرت بھیجا۔ وہ خوشی خوشی گھر آئے۔ اپنے عنفوانِ شباب میں داغِ مفارقت دے جانے والے بیٹے کی نشانی کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں لے گئے۔ وہاں دُعاء مانگی اور واپس لائے۔ اور دادا نے ہی اپنے اس دُرِّ یتیم کا نام محمّد رکھا۔

اور سیرت ابن ہشام (۱/۱۵۹۔۱۶۰) میں لکھا ہے کہ:

۲؎۔قال الھیثمی فی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر وزادفیہ: فَتَحَ بَدْرًایَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ نَزَلَتْ سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃِ یَوْمَ ا لِا ثْنَیْنِ(اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) وفیہ ابن لھیعہ و ھو ضعیف (ای لانہ عنعن وبقیۃ رجالہ ثقات من اھل الصحیح) انظر الفتح الربّانی للعلّامہ احمد عبدالرحمٰن البناء ۲۰/ ۱۸۹ .

۳؎۔وہ روایت یوں ہے: عن قیس بن مخرم......قال:وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَامَ الْفِیْلِ فَنَحْنُ لِدَانٌ وُلِدْنَا مَوْلِداً وَاحِداً.

(ابن اسحاق بہ سندِ جیّد کذا قالہ البناء فی الفتح الربّانی ۲۰/۱۹۰)

قیس بن مخرم بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی سال عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کا حسبِ دستوُر ختنہ کیا۔ اور ساتویں دن ہی آپ ﷺ کا نام بھی رکھّا۔ ۴

اور یہ بات جو عام مشہوُر رہے کہ نبی ﷺ مختُون پیدا ہُوئے تھے، اس کے بارے میں علامہ ابن قیّم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

وہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات (من گھڑت روایات) میں بیان کیا ہے. اس سِلسلے میں کوئی بھی حدیث صحیح ثابت نہیں. اور یہ کوئی خاصۂ رسُول بھی نہیں کیونکہ کتنے ہی اور لوگ بھی مختون پیدا ہو چکے ہیں۔ ۵

ایسے ہی اور بھی بہُت سے اموُر مثلاً حملِ آمنہ، شبِ ولادتِ رسُول ﷺ میں ارہاصات وخوارق کتبِ تاریخ وسیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ غلو کا نتیجہ ہیں تو کچھ رواۃ کے تساہلِ قبول کا۔ کچھ روایات ضعیف ہیں اور کئی موضُوع ہیں۔ اسی لئے ہم نے اِن میں سے کچھ نقل نہیں کیا۔ کیونکہ جب صحاح وحسان میں کفایت ہے تو ضعاف وموضوعات کی کیا حاجت؟

❁ ❁ ❁

عِید میلاد کے نام پر کی جانے والی یہ خُوشیاں

۸۔ الفتح الربّانی للبناء ۲۰/۱۹۰

۹۔ البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر ۲/۲۵۹ تا ۲۶۲

۱۰۔ بحوالہ رحمۃ للعالمین علاّمہ قاضی سید سلیمان منصور پوری ۱/۴۰ حاشیہ۔

۱۱۔ شبلی ۱/۱۷۱، قاضی ۱/۴۰۔

۱۲۔ بحواله قاضی ۱/۴۰ حاشیه و ۲/۳۶۷ ایضاً و انظر محمد " القدوة الکاملة" ص ۷ طبع وزارة العدل والشئون الاسلامیه دبئی.

ولادت پر ہیں یا وفات پر؟

عید میلاد النبی منانے یا نہ منانے کے مسئلے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟ اور آپ ﷺ نے کس دن وفات پائی؟ تاکہ کہیں غلطی سے آپ ﷺ کی وفات پر خوشیاں منانے کا نادانستہ جُرم نہ کرتے رہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات تو تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں میں متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن پیر ہے۔ اور اصحابِ تاریخ وسِیَر پر ہی بس نہیں، خود نبی ﷺ کی ایک صحیح حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:-

﴿ذٰلِکَ یَوْمٌ وُلِدْتُّ فِیهِ اَوْ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیهِ﴾ (مسلم عن ابی قتادہ)

یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور اسی دن میں مبعوث ہوا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

﴿وُلِدَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ اسْتُنْبِیَٔ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ تُوُفِّیَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ خَرَجَ مُهَاجِراً مِنْ مَکَّةَ اِلٰی الْمَدِیْنَةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَقَدِمَ الْمَدِیْنَةَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ رَفَعَ الْحَجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ﴾[۱۳]

"نبی اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن نبوّت کا اعلان کیا۔ اور پیر کے دن ہی وفات پائی اور پیر کے دن نبی اکرم ﷺ مکّہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے لیئے روانہ ہوئے اور پیر کے دن مدینہ منوّرہ پہنچے اور پیر کے دن حجرِ اسود کو اٹھایا۔"

"نبی اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن نبوّت کا اعلان کیا۔ اور پیر کے دن ہی

۱۳۔ حدائق الانوار ۱/ ۲۹ طبع قطر عن التقویم العربی ۳۶ تا ۳۹

وفات پائی اور پیر کے دن نبی اکرم ﷺ مکّہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے لیئے روانہ ہوئے اور پیر کے دن مدینہ منوّرہ پہنچے اور پیر کے دن حجرِ اسود کو اٹھایا۔"

رہا معاملہ تاریخِ ولادت کا، تو اس کے بارے میں خود آپ ﷺ سے تو کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ سیرت ابن اسحاق کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ جس سال کہ ہاتھی والے ابرہہ اور اس کے لشکر نے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا، اور غضبِ الٰہی کا شکار ہوئے تھے۔ ۷

اور امام سہیلیؒ نے نقل کیا ہے کہ:

"ہاتھی ماہِ محرّم میں مکّہ آیا تھا۔ اور آپ ﷺ اس واقعہ کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے تھے"۔

جبکہ ان امام سہیلیؒ اور محمدؒ بن اسحاقؒ کے بقول جمہور اہلِ علم کا مسلک یہی ہے۔ ۸

مشہور مفسر اور مورّخ کبیر حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ جمہور اہلِ علم کا مسلک یہ ہے کہ آپ ﷺ ماہِ ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے لیکن یہ کہ آپ ﷺ اس ماہ کے اوّل، آخر، وسط یا کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اسکے بارے میں مورّخین اور سیرت نگاروں کے بکثرت اقوال نقل کیئے ہیں کسی نے دو ربیع الاوّل کہا ہے، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ اور کسی نے اٹھارہ اور بعض نے بائیس ربیع الاوّل کہا ہے۔ اور ان سب میں سے راجح قول دو ہیں۔

ایک بارہ ربیع الاوّل کا اور دوسرا آٹھ ربیع الاوّل کا۔

اور صاحبِ بدایہ نے آٹھ ہی کو راجح قرار دیا ہے۔ جو امام حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے اور کئی دیگر آئمہ نے اسی کی تائید کی ہے۔ ۹

امام طبریؒ اور امام ابن خلدونؒ نے بارہ ربیع الاوّل کو اختیار کیا ہے۔ ۱۰

اور امام ابن الجوزیؒ نے الوفا باحوال المصطفیٰ (۱/۸۴اطبع الریاض) میں دس ربیع الاوّل کو اوّلیت دی ہے۔

جبکہ ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں میں سے علّامہ قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں اور علّامہ شبلی نے سیرت النّبی میں ۹/ربیع الاوّل بمطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو از روئے تحقیق جدید صحیح ترین تاریخِ ولادت قرار دیا ہے۔ ۱۱

اسی تاریخ کو محمد طلعت عرب نے تاریخ دول العرب میں صحیح قرار دیا ہے۔ ۱۲

اور مصر کے معروف ماہر فلکیات اور معروف ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب ''التقویم العربی قبل الاسلام وتاریخ میلاد الرسول وہجرتہ'' میں دلائل ریاضی کی رُو سے متعدد زائچے بنا کر ثابت کیا ہے کہ:
عام الفیل ماہِ ربیع الاوّل میں یوم الاثنین کی صحت کے پیش نظر اور فرزندِ رسول ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے یومِ وفات پر سُورج گرہن لگنے کے حساب کو مدِّنظر رکھا جائے تو آپ ﷺ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاوّل ہی آتی ہے، جبکہ شمسی عیسوی تقدیم کے حساب سے آپ ﷺ کی ولادت کا وقت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروزِ پیر کی صبح بنتا ہے۔ ۱۳

محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

❶ صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا۔ اور یہ ۱۰ ہجری تھا اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں (۶۳) سال تھا۔

❷ ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ ہجری کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو آٹھ بج کر تیس منٹ پر لگا تھا۔

❸ اسی حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری تریسٹھ برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے، جس میں ازرُوئے قوائدِ ہیئت ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

❹ تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا۔ اور تاریخ آٹھ سے لے کر بارہ تک میں منحصر ہے۔

❺ ربیع الاوّل مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن صرف نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخِ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ اور ربیع الاوّل کی نو تاریخ۔ اور بارہ ربیع الاوّل کی روایت مشہور تو ہے مگر وہ حساب سے صحیح ثابت نہیں ہوتی (بحوالہ سیرت النبی ۱/۱۷۱-۱۷۲، طبع قرآن محل، کراچی)

اس سب تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاوّل کو نہیں، بلکہ صحیح تاریخ ۹ ربیع الاوّل ہے۔ ہاں آپ ﷺ کی وفات ضرور ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی تھی، جیسا کہ معروف کتبِ تاریخ وسیَر سے

معلوم ہوتا ہے، جس کی مفصّل تحقیق کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف ہمیں اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ ہمارے بھائی جس تاریخ کو خوشیاں مناتے ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کا یومِ پیدائش نہیں، بلکہ یومِ وفات ہے۔ اور چند سال پہلے بلکہ آج تک بارہ وفات کے نام سے مشہور ہے۔ تو وفاتِ سرورِ کائنات ﷺ پر خوشیاں؟

ایں چہ بوالعجبی است؟

اللہ تعالیٰ اس پہلو پر توجہ دینے اور سوچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۞ ۞ ۞

مروّجہ مِیلا دالنّبی ﷺ کی شرعی حیثیّت

کتاب وسُنّت کی روشنی میں

پورے عالم کے مسلمانوں اور بالخصوص اسلامیانِ برِّصغیر کا ایک طبقہ اس بات کا عادی ہو چکا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو عید میلا دالنّبی ﷺ کے نام سے جشن منائے اور جلوس نکالے۔ اَکل وشرب کی دعوتیں کرے اور قوالیاں سُنے .جبکہ دوسرا طبقہ اس جشن کو شرعاً ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس مختلف فیہ مسئلہ اور ایسے ہی دیگر اختلافی مسائل کے سِلسلہ میں قرآن پاک نے ہمیں کئی بہترین اصُول دیئے ہیں:

۱۴۔ ابن کثیر آیت وَمَا كَا نَ لِمُؤ مِنٍ وَّلَا مُؤ مِنَةٍ (الأحزاب الاية :۳۶)

۱۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی آیت یا حدیث کے مقابلے میں کِسی مجتہد کی رائے پر عمل نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جونہی کوئی آیت یا حدیث ملے، اُسے سرآنکھوں پر رکھیں اور مجتہد کی رائے صداحترام کے باوجود ترک کردیں۔ کیونکہ اسی میں ایمان کی سلامتی اور گمراہی سے بچاؤ ہے۔

۱۔☆ تنازعات کو اوّل تو سرے سے ہوا ہی نہ دی جائے، تا کہ اُمّت کی اجتماعی قوت میں کمزوری نہ پیدا ہو۔
جیسا کہ سورۃ الانفال آیت ۴۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡہَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ﴾

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔ اور تمہاری ہَوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۲۔☆ اور اگر کبھی کسی معاملہ میں اختلاف ہو ہی جائے تو اس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاؤ اور وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو، اسے قبول کر لو۔ جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۵۹ میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا﴾

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

۳۔☆ اور جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو اسے بلاچُون و چرا قبول کر لینا ہی ایمان کی سلامتی کا ضامن ہے۔

جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۶۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

(اے پیغمبر) تیرے پروردگار کی قسم، وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کروائیں اور پھر تیرے فیصلے سے ان کے دِلوں میں کچھ اُداسی نہ ہو، بلکہ (خوشی خوشی) مان کر منظور کر لیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں ذرّہ بھر بھی تنگی اور ناپسندیدگی کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ﴾ ۱۴

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے طریقے (دین) کے تابع نہ ہو۔

اور سورۂ احزاب آیت ۳۶ میں فرمایا:

۴۔☆ جب اللہ اور رسُول کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی اور راہ اپنائے، بلکہ اُس فیصلے کو قبول کرنا ہی ہوگا۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَاقَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِیْناً﴾

اور کسی مَرد یا عورت کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان نہ مانے (اور دوسروں کی رائے پر چلے) تو وہ کُھلا گمراہ ہو چکا۔ ۱۵

اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اصول (اپنے تنازعات کو اللہ اور اس کے رسُول کی طرف پھیر دو) کے پیشِ نظر جب اس جشنِ میلاد جیسے اختلافی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیئے کتابِ الٰہی کو کھولیں۔ اس کے تیس پاروں یا ایک سَو چَودہ سُورتوں کو اوّل تا آخر پڑھ جائیں. آپ کو کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ملے گی. جس سے مروّجہ جشن منانا ثابت ہو. لہٰذا عدالتِ الٰہی کا فیصلہ میلاد منانے والوں کے حق میں نہ ہوُا، اور جس کام کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اسے سرانجام دے کر اجر و ثواب کی توقّع رکھنا کارِ عبث ہے۔

اور جب ہم ارشادِ الٰہی کے مطابق دوسرے ثالث یا عدالتِ مصطفیٰ ﷺ کا رُخ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ اور سیرتِ عطرہ کا مطالعہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ خود اپنی ولادت کے دن جشن منایا، اور نہ ہی اس بات کا کسی کو حُکم فرمایا ہے. اور یہ بات بھی نہیں کہ آپ ﷺ نے شائد غربت و افلاس کی وجہ سے ایسا نہ کیا ہو. بلکہ اگر آپ ﷺ کی مکّی زندگی کو محدود معنوں میں قدرے تنگدستی کی زندگی بھی سمجھ لیا جائے تو ہجرتِ مدینہ کے بعد دس سال کے دَوران آپ ﷺ دولتِ اسلامیہ کے بانی و حاکم ہو گئے تھے۔ عرب و عجم اور ممالکِ مشرق و مغرب کے تمام خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے تھے۔ مگر اس فارغ البالی کے باوجُود بھی آپ ﷺ نے تادمِ آخر کسی سال بھی اس قِسم کی عِید اور جشن نہیں منایا تھا۔ اور جب خود صاحبِ میلاد نے ایسا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کرنے کا حکم دیا، تو ایسے کام کو سرانجام دینا اس طرح نیکی و ثواب ہوسکتا ہے؟

اگر اس کام میں نیکی و ثواب ہوتا یا کوئی بھی دینی یا دنیوی فائدہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ضرور اس کا حکم دے دیتے، کیونکہ آپ ﷺ کی شان میں تو خود اللہ تعالیٰ نے سُورۃ التوبہ آیت ۱۲۷ میں ارشاد فرمایا ہے:

۱۶؎ قرطبی ۷/۱۳۸ تا ۱۳۹ عن الترمذی وابن ماجه، قال ابوبکر جابر الجزائری فی رسالته (الانصاف فیما قیل فی المولدمن الغلو والاجحاف) ص ۳۲. رواه اصحاب السنن وهو صحیح الاسناد وانظر ایضاً الترغیب والترهیب للمنذری. بتحقیق محمد محی الدین ۱/ ۵۸ حیث قال: رواه ابوداؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان.

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُءُ فٌ رَّحِيْمٌ﴾

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خد تمہیں میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔

ایسے شفیق نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی نیکی سے کیسے محروم رکھ سکتے تھے؟ آپ ﷺ کی زندگی مبارک سے قولاً اور فعلاً دو ہی عیدوں کا پتہ چلتا ہے، جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ اور تیسرے نام کی عید کا تصوّر تک نہیں ملتا۔ البتہ آپ ﷺ کے بعض ارشادات میں یوم ِ جمعہ کو عید بلکہ دونوں معروف عیدوں سے بھی افضل قرار دیا ہے۔

بہرحال موقع ہونے اور کوئی امرِ مانع بھی نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا نہ خود جشن منانا، نہ اس کا حکم دینا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کوئی کارِ خیر نہیں۔

❖ ❖ ❖

۱۷۔ مشکاة بتحقيق الالبانى ۱/ ۱ ۶ للتفصيل المرعاة للعلامه عبيدالله رحمانى (باقی آگلے صفحہ پر)

صحابہ رضی اللہ عنہ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ اَربعہؒ کی نظر میں

کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں مروّجہ جشنِ میلاد النّبی کی شرعی حیثیت کے بارے میں عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ سے، نہ قولاً اور نہ عملاً۔ سننِ اربعہ میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(باقی حاشیہ) ۱/ ۲۶۹ تا ۲۷۹ طبع مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل (شیخوپورہ).

صحیح ابی داؤد (۳۸۴۲)، صحیح الترمذی (۲۱۲۸)، ابن ماجہ (۳۹۹۱-۳۹۹۲)، موارد الظمآن۔ابن حبان (۱۸۳۴)، مستدرک حاکم ۱/۱۲۸ مسند احمد ۲/۳۳۲ صحیح الجامع للالبانی (۱۰۸۲-۱۰۸۳)، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۲۰۳، ۱۴۹۲) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

﴿عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:
وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً (بَلِيْغَةً) وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَ ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَاَنَّهَامَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، قَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَىٰ اِخْتِلَافاً كَثِيْراً. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِا لْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّا كُمْ وَ مُحْدَ ثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَا لَةٌ وَكُلَّ ضَلَا لَةٍ فِى النَّارِ﴾ ١٦

انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا پُر اثر وعظ فرمایا، جس سے ہمارے دل خوف زدہ ہو گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ہم نے عرض کیا! یہ تو گویا الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے۔ ہمیں وصیّت فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں تقویٰ (اللہ کے خوف) اور سمع وطاعت کی تاکید کرتا ہوں۔ اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنادیا جائے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت بڑے اختلافات کو دیکھے گا (یعنی اختلافات سے دوچار ہوگا) پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سُنّت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اور (اس سُنّت) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔ اور دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے سے بچو اور ہر نئی بات (دین میں داخل کرنا) بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی) ہے۔

اور مسلم شریف میں ہے:

١٦۔ متفق عليه، مشكاة ١٦٩٥/٣ بتحقيق الالبانی.

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ، اَمَّا بَعْدُ. فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَمَّا بَعْدُ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ:﴾

"بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے۔ بہترین حدیث اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے ایجاد کئے گئے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (مسلم، عن جابر ابن عبداللہ)

وفی روایۃ النّسائی:

﴿وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ فِی النَّارِ.﴾

"اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت آگ میں (لے جانے والی) ہے"۔

نسائی کے علاوہ سُنن اربعہ، مُسند احمد، ابی یعلی اور طبری کی متقارب الفاظ والی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے:

۱۹۔ البدایہ والنہایہ ۱۳/۷/۱۳۶تا۱۳۷ طبع المعارف بیروت۔ الانصاف فیما قیل فی المولدمن الغلو والجحاف لابی بکر جابر الجزائری، ص ۳۱۔۳۴ طبع جمعیۃ احیاء التراث، کویت.

۲۰۔ بحواله كلمة الحق فی الاحتفال بمولد سيد الخلق للشيخ عبداللہ آل محمود، ص ۵۰ طبع قطر.

۲۱۔ دیکھئے مقالہ شیخ ابن باز، مجّلہ الجامعۃ الاسلامیۃ، مدینہ منوّرہ، ج۵ رشمارہ ۴ رمحرم ۱۳۷۳ھ ۱۹۷۳ء۔ وفتاویٰ المنار، محمد رشید رضا، علامہ مصر، ج۵ ص ۲۱۱۱ فتویٰ نمبر ۷۶۵

﴿اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَافْتَرَقَتِ النَّصَارىٰ عَلٰى اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: مَنْ كَانَ عَلٰى مِثْلِ مَا اَنَا عَلَيْهِ . (وَفِيْ رَوَايَةٍ: اَلْيَوْمَ) وَاَصْحَابِيْ.﴾ ۲۲؎

یہود اکہتّر فرقوں میں اور نصاریٰ بہتّر فرقوں میں بٹ گئے۔ اور یہ میری امّت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنّمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: نجات وہ لوگ پائیں گے جن کا عمل مجھ جیسا اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔ (اور ایک روایت کے مطابق: اور میرے صحابہؓ کے آج کے عمل جیسا ہوگا)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے کتاب وسُنّت کے بعد خلفاءِ راشدین اور عام صحابہ کے طریقے کو بھی معتبر اور ذریعۂ نجات قرار دیا ہے۔ اور جب ہم خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بکثرت واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ایک اشارۂ ابرُو پر اپنا مال وجان قربان کرنے کے لیئے بیتاب رہتے تھے۔ آپ ﷺ کو دل وجان سے چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کے احکام وارشادات پر عمل پیرا ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی سُنّت پر مَر مٹتے تھے۔

لیکن جب ہم اس مروّجہ عیدِ میلاد کو تلاش کرتے ہیں تو ان کی زندگیوں میں اس کا کہیں سراغ تک نہیں ملتا۔ نہ خلیفہءِ اوّل حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، نہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں، نہ حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے عہد میں، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور نہ ہی ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول وعمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اور جو عمل موقع اور گنجائش

۲۲؎ البدایہ والنہایہ ۷/۱۳۶، ۱۳۷۔ الانصاف ۳۴/۳۵۔

ہونے اور ممانعت بھی کوئی نہ ہونے کے باوجود رسول کے شیدائیوں اور مصطفیٰ ﷺ پہ مر مٹنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہو۔ وہ یقیناً شریعتِ اسلامیہ کا جزء نہیں ہوسکتا۔ یا پھر ہمیں اس بدگمانی کا کھل کر اظہار کردینا چاہیئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ سے محبت نہ تھی یا کم از کم اتنی نہ تھی جتنی آج کے جشن منانے والوں کو ہے۔

بخاری و مسلم شریف میں ارشادِ نبوی ہے:۔

﴿خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ . ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُم﴾ ۱۸

تمام زمانوں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے. پھران لوگوں کا جو اس کے بعد والے ہیں. اور پھران لوگوں کا جو ان کے بعد والے ہیں۔

یہاں آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں میں سے اپنے اور اپنے صحابہ، پھر تابعین اور اس کے بعد تبع تابعین کے تین زمانوں کو قرونِ خیر قرار دیا ہے. اور اس میلادالنّبی کے بارے میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے کچھ منقول نہیں کہ ان تینوں صدیوں میں ہی کسی نے یہ عید ثالث منائی ہو۔

اور بالآخر چار معروف فقہی مذاہب کے ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی اجتہادی مساعی اور کتبِ فقہ کا مطالعہ کریں۔ آپ کو کسی امام صاحب کے یہاں اس عید کا ذکر نہیں ملے گا۔ اور نہ دیگر فقہاء و محدّثین میں سے کسی نے اس کا حکم دیا ہے۔

تو پھر صاحبو! جو چیز خیر سے بھرے ہوئے تین زمانے بلکہ اسلام کے پہلے چھ سَو پچیّس (۶۲۵) برس تک موجود نہ تھی، اُسے جائز و ثواب قرار دینا شریعت سازی اور سِینہ زوری کے سِوا کچھ نہیں۔

اور جشنِ میلاد کی حیثیّت اس وقت اور بھی خطرناک ہوجاتی ہے جب اس میں راگ رنگ اور گانے بجانے کا عنصر شامل ہوجائے، چاہے اسے قوّالی کہیں یا کوئی بھی نام دے لیں۔ اور جب جلوُسوں میں مَرد وزن کا اختلاط ہو تو وہاں کیا کیا برائیاں جنم نہ لیں گی۔ اور پھر ذِکر و دعاء کے اپنے بنائے ہوئے طریقے جن میں کسی کو بدعت کہا جاسکتا ہے تو کئی شرک پر منتج ہوتے ہیں۔ جیسے دُعاء و ندائے غیر اللہ وغیرہ۔ اسی طرح ان جلسے جلوسوں میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں غلو کیا جاتا ہے، یہاں تک کے آپ ﷺ کو مقامِ الوُہیّت بلکہ اس

سے بھی اُوپر چڑھا دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ایک جاہلانہ شعر ہے ۔

اللہ کا پکڑا چھڑائے محمدؐ

محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

یہ حد سے زیادہ بڑھانا، اسی غلُو کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کو نورِ مُجسّم اور عالمِ غیب ثابت کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

قائلینِ عید میلا دالنّبی ﷺ

کے دلائل اور اُن کا جائزہ

ہم عید میلا دالنّبی کی شرعی حیثیت کے بارے میں ذکر کر آئے ہیں کہ اس کا عہدِ رسالت وخلافت اور دورِ صحابہ و تابعین سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ ساتویں صدی ہجری (۶۲۵ھ) میں سلطان صلاحُ الدین ایوُّبی کے بہنوئی، اور موصل کے قریبی شہر اَربل کے گورنر ملک مظفّر ابوسعید کوکبری نے اسے رواج دیا۔ وہ محفلِ میلاد میں

۲۳۔ انظر البدایہ والنہایہ ۱۲۶/۹/۵۔

۲۴۔ تفصیل کیلئے دیکھیں: الانصاف (لابی بکر الجزائری) ص ۲۰ تا ۲۶۔

۲۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعتصام للشاطبی ۱/۱۱۵ وعلم اصول الفقہ للشیخ عبدالوہاب خلاف، ص ۸۵، ارشاد العقول فی بدعۃ الاحتفال بمولد الرسول للشیخ عبا الحمید عبدالمحسن رکن مرکز دعوت وارشاد، دبئ ص ۱۵ تا ۱۸، کلمۃ الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق للشیخ عبداللہ آلِ محمود آف قطر ص ۲۸ تا ۳۲۔

بھانڈ، مراثی، راگ ورنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا، اور راگ سُنتا اور گانا باجا سُن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔ ۱۹
اور مُولف الابداع فی مضار الابتداع نے لکھا ہے:
عیسائیوں کے کرسمس کی دیکھا دیکھی میں مصری فاطمیوں نے جشنِ میلاد کو رواج دیا تھا۔ ۲۰
اور قرونِ اُولیٰ میں اس کا ثبوت نہ ہونے اور ساتویں صدی میں آ کر شروع ہونے کی وجہ سے ہی اہلِ علم نے اسے ''بدعت'' قرار دیا ہے۔ ۲۱
اس میلاد کے جواز کا فتویٰ سب سے پہلے مَلک مظفر کے عہد کے ایک مولوی شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے ایک رسالے ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' میں دیا۔
جس کی تالیف پر اسے ملک مظفر نے ایک ہزار دینار انعام دیا تھا۔ ۲۲
اور اس مولوی ''ابن دحیہ'' کو کبار علماءِ حدیث نے کذّاب، نا قابلِ اعتبار، غیر صحیح النسب، بے تکی اور فضول باتیں کرنے والا قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیلات البدایۃ والنہایۃ (۱۳۷/۱۳/۷) اور لسان المیزان (۲۹۶/۴-۲۹۷) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔
ایسے اوٹ پٹانگ مولوی کے فتوے کی جو حیثیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور پھر اس کے پیچھے مولویوں کی ایک بھیڑ لگ گئی، اور متأخرین میلادیوں نے اس کے جواز کے جو دلائل دیئے ہیں ان کے ذکر اور ان پر بحث وتنقید کے لئے تو ایک طویل مقالہ درکار ہے۔ البتہ یہاں محض اشاروں میں مختصراً عرض کر رہے ہیں۔ مثلاً:

❶ اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ اگر میلاد بدعت ہے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ اور اس کی کئی مثالیں سابق میں پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ نمازِ تراویح کی جماعت ہے. یہ نبی کریم ﷺ سے تو صرف تین دن با جماعت ثابت ہے۔ پھر عہدِ فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا مہینہ جماعت کا اجراء کیا اور با جماعت نماز ادا کرتے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا:

﴿نِعمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ.﴾ **یہ اچھی بدعت ہے۔**

اسی طرح ہی میلاد بھی ہے۔

جواب:

نمازِ تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں. کیونکہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت ہی نہ ملتا۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ دیگر کتبِ حدیث کے علاوہ خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مَروی حدیث میں مذکور ہے کہ تین دن نبی اکرم ﷺ نے باجماعت تراویح پڑھائی، لیکن چوتھے دن تراویح کی جماعت کے لیئے آپ ﷺ تشریف نہ لائے جس کا سبب یہ بتایا:

﴿خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا﴾ **مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم اس کی پابندی کے ساتھ ادائیگی سے عاجز آجاؤ۔**

پھر جب نبیِ کریم ﷺ اس دُنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیّت کا خدشہ زائل ہوگیا، تو فراستِ فاروق رضی اللہ عنہ نے الگ الگ تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق واتحاد کی برکت کے پیشِ نظر نبی ﷺ کی سُنّت کے مطابق باجماعت ادائیگی کا اجراء فرمایا۔ اور اپنے ارشاد میں بدعت کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ بھی اپنے متبادر ومعروف معنوں میں نہیں ہے، بلکہ یہ مشاکلہ (یعنی شکلاً ملتا جلتا) ہے۔ جو کہ عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنیٰ نہیں بلکہ کوئی دوسرا معنیٰ مراد ہوتا ہے۔

خود قرآنِ کریم میں اس مشاکلہ کی مثال موجود ہے۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۳۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ **اللہ کا رنگ (دینِ اسلام) اختیار کرو اور اللہ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟**

یہاں صِبغہ سے مُراد رنگ یا پاوَڈر نہیں بلکہ اسلام مُراد ہے.

اسی طرح قولِ فاروق میں بدعت سے مُراد ہے: ''گذشتہ ایّام میں نہ پائی جانے والی چیز کو وجود میں لانا''۔ جبکہ یہ بھی نہیں کہ بالکلیہ سابق میں موجود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اجراء سُنّتِ رسول ﷺ ہونے کے پیشِ نظر ہی کیا گیا تھا۔

❷ اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر اعراب نہیں تھے وہ حجاج بن یوسف ثقفی نے لگوائے۔ پھر یہ عمل بھی بدعت ہوُا۔

جواب:

یہ محض مغالطہ اور غلط فہمی ہے۔ ورنہ اعرابِ قرآن ''بدعت'' کے ضمن میں ہرگز نہیں آتا۔ بلکہ یہ ''مصالح مرسلہ'' کے باب سے ہے، یعنی ''دینی اُمور میں سے کسی حرج کو رفع کرنے اور کسی ضروری امر کی حفاظت کے لئے کوئی اقدام کرنا''۔ بات دراصل یہ تھی کہ عہدِ حجاج میں دولتِ اسلامیہ بہت زیادہ پھیل گئی تھی اور عرب وعجم کا اختلاط اور باہم رشتہ داریاں ہو رہی تھیں، جس کے نتیجہ میں لغتِ عربی میں کمزوری آنے لگی۔ اور ''لحن'' عام ہوتا گیا۔ حتٰی کہ خود حجاج ایک فصیح و بلیغ عرب ہونے کے باوجود قرآن کریم کے بعض حُروف میں لحن (یعنی قواعد کی خلاف ورزی) کرجاتا تھا۔ اور زیر والے حروف کو زَبر سے یا زَبر والے کو زیر سے پڑھ جاتا تھا. اور یحیٰ بن یعمر نے اس پر نکیر بھی کی تھی۔ [۲۶]

لہٰذا حفاظتِ تلفّظ کے لئے اعراب ضروری تھا. کیونکہ ''جس چیز کے بغیر کوئی واجب ادا نہ کیا جاسکے، وہ بھی واجب ہوتی ہے''۔ لہٰذا اعرابِ قرآن کو قطعاً میلاد کے لئے بطورِ استدلال استعمال نہیں کیا جاسکتا، اور ان مصالح مرسلہ کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً:۔

جمع وتدوینِ قرآن، جو کہ عہدِ صدیقی وعثمانی میں عمل میں آئی، وہ بدعت کے قبیل سے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حفاظتِ قرآن مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور یہ امورِ کمالیات وتحسینات کے باب سے ہیں۔

جمعہ کی پہلی آذان، مساجد کے منارے، محرابیں، مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی اسی قبیلِ مصالح سے ہے۔ [۲۷]

اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ہی نافذ کردینا۔ اور صدقات سے مؤلفۃ القلوب کا حِصّہ بند کرنا، خراج، دیوان اور جیلوں کو جاری کرنا۔ اور

۲۶۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر ۲۴۸/۴۔ طبع دار الافتاء الریاض۔

۲۷۔ المغنی امام ابن قدامہ ۴۵۸/۹۔ طبع الریاض۔

۲۸۔ المغنی امام ابن قدامہ ۴۶۱/۹۔ طبع الریاض۔

عامۃ المجاعۃ (بھوک وقحط سالی) میں چوری کی حد (ہاتھ کاٹنے) کوموقوف کرناوغیرہ سب اپنے اپنے وقت کی اہم ضرورتیں اور دینی اعتبار سے مفیداور دافع ضرر اُمور تھے۔اسی طرح ہی ائمہ مجتہدین کی طرف سے بھی بعض قواعد وضع کیئے گئے ہیں جو کہ مصالح مرسلہ ضروریہ میں سے ہیں۔ [۲۹]

❸ اعتراض:

جشنِ میلاد کے دلدادگان (یعنی چاہنے والے) یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ حصُولِ نعمت پر ذکروشکر واجب ہے.اور نبی اکرم ﷺ کی ولادت بھی ایک عظیم نعمت ہے لہٰذا شکرانِ نعمت کے طور پر یہ جشن مناتے اور خوشیاں کرتے ہیں۔

جواب:

یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وجودِ مسعُود ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔اور یہ بھی درُست ہے کہ شکرانِ نعمت واجب ہے،مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ ذکروشکرِ نعمت کے لئے جلوس نکالنا جلسے کرنا،بھنگڑے ڈالنا،سبیلیں لگانا اور قوالیاں سُننا ضروری ہے۔اور کیا صحابہ وتابعین،ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ خود صاحبِ میلاد نے ایسے ہی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا تھا؟اگر نہیں تو پھر ہمیں اس کا حق کِس نے دیا؟اور اگر اسی طرح شکرِ نعمت واجب ہے تب تو پھر کاروبارِ زیست ٹھپ کرنا پڑیں گے۔تاکہ ہر روز جلوس وجشن کا اہتمام کیا جاسکے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو شمار ہی مشکل ہے۔

جیسا کہ سورۃ النحل آیت ۱۸ اور سورۂ ابراہیم آیت ۳۴ میں خود باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿اِنۡ تَعُدُّوۡ انِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا﴾ **اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکو گے۔** [۳۰]

اگر ذکروشکرِ نعمت کا صحیح طریقہ اختیار کیا جائے،سنن رسول اللہ ﷺ کو اپنایا جائے،تو پھر یہ ہر مسلمان ہر روز

۲۹۔راجع فتح الباری ۱۲/۱۲۔

۳۰۔فتح الباری ۲۳۶/۴۔

کرتا ہے۔نہ کہ سال میں صرف ایک دن۔ فَلْیَتَدَبَّرْ.

❹ اعتراض:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی فرمایا تھا۔اور چونکہ یہ دن مبارک تھا،اس دن کو یہُودی بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی۔اور ہمیں بالاولیٰ چاہیئے کہ نبی ﷺ کی ولادت کے بابرکت دن کا روزہ رکھیں۔

جواب:

اندازہ فرمائیں کہ کتنی ٹیڑھی سوچ ہے۔نبی اکرم ﷺ نے تو روزہ رکھا،اور اس کا حکم فرمایا۔مگر آج کے میلادیئے روزہ رکھنے کی بجائے دستر خوان سجاتے،سبیلیں لگاتے،قوالیاں سُنتے اور بھنگڑے ڈالتے ہیں۔

اَلْعِیَاذُ بِا للّٰہِ:

آپ ﷺ نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا،مگر اپنے یومِ ولادت کے بارے میں آپ ﷺ سے ایسی کوئی چیز ثابت نہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیئے نہ کہ اپنی طرف سے ابتداع،نہ روزہ کی شکل میں اور نہ ہی لہو ولعب کے انداز میں۔

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یومِ عاشوراء کا روزہ تو قریش پہلے ہی رکھا کرتے تھے اور ممکن ہے کسی سابقہ شریعت سے انہوں نے اس کا حکم لیا ہو۔جیسے حُرمت والے چار مہینوں کا احترام کرنا اور حج کرنا وغیرہ ہیں۔اور عہدِ جاہلیّت میں لوگوں کے روزہ رکھنے کا ثبوت صحیح بخاری ۴/۲۴۴ مع الفتح اور صحیح مسلم ۷/۵ مع النووی میں موجود ہے۔اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟اور انہوں نے نجاتِ موسیٰ کا واقعہ بتایا اور کہا ہم اسی

۳۱۔ ریاض الصّالحین،ص ۴۸۸ تا ۴۸۹،مراجعہ الأرناؤوط۔طبع دمشق (شام)

کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السّلام پر تم سے زیادہ حقدار ہوں۔لہٰذا آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔تو اس کے بارے میں قاضی عیاضؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے (یہود سے سن کر) اس روزے کی ابتداء نہیں کی'' بلکہ صحاح وسنن میں مذکورہ صحیح حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ:

''عہدِ جاہلیّت میں بھی قریش روزہ رکھا کرتے تھے''۔

اور امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

ہوسکتا ہے قریش دینِ ابراہیم علیہ السلام کے کسی حکم پر روزہ رکھتے ہوں۔اور نبی اکرم ﷺ کا روزہ رکھنا موافقتِ دینِ ابراہیم علیہ السلام کے سبب ہو، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے. اور پھر جب یہود کو روزہ رکھتے دیکھا تو ان کی تالیفِ قلب کے لئے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم فرمایا ہو. اور اس میں بھی کوئی امرِ مانع نہیں کہ فریقین ایک ہی دن کا روزہ دو الگ الگ اسباب کی بنا پر رکھتے ہوں۔ ۲۶

❺ اعتراض:

بعض قائلینِ میلاد تو اس حد تک جسارت کر جاتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے یومِ ولادت پر ایک مینڈھا بطورِ عقیقہ ذبح کیا کرتے تھے۔تو ہم لوگ کیوں نہ عیدِ میلاد منائیں۔

جواب:

سب سے پہلے تو عقیقہ کا معنی سمجھ لیں۔امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ:

عقیقہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو بچّے کی طرف سے ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانا جو بچّے کی ولادت کی خوشی میں پکایا اور کھلایا جائے. وہ عقیقہ کہلاتا ہے. ۲۷

اور ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک سنّت یہ ہے کہ بچّے کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور تب نہ ہو سکے تو چودھویں دن ہو یا پھر اکیسویں دن۔جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ۲۸

اور جو شخص بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ وہ اپنی طرف سے عقیقہ کرے یا نہیں؟

بہر حال اگر جواز والوں کی بات ہی لے لی جائے تو عمر میں ایک مرتبہ عقیقہ کرنا ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ سِلسلہ ختم ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ ہر سال عقیقہ کیا جائے اور کسی قطعی طریق سے ہرگز ثابت نہیں کہ نبوّت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی عقیقہ کیا ہو۔ کہاں ہر سال عقیقہ کا دعویٰ۔

اور جس روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوّت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں۔

یہ مسند بزار کی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ اور خود امام بزار کا کہنا ہے کہ:

یہ روایت بیان کرنے میں عبداللہ اکیلا منفرد ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

امام عبدالرزّاق صاحب المصنّف کا کہنا ہے کہ محدّثین نے صرف اس روایت کے بیاں کرنے کی وجہ سے عبد اللہ بن محرّر سے روایت لینا ہی ترک کر دیا۔ تو گویا اس روایت کے بیان کرنے نے عبداللہ بن محرّر کی ثقاہت ہی مٹا دی تھی۔ لہٰذا اس سے کسی قسم کا استدلال کیسے دُرست ہو سکتا ہو؟ ۲۹

❻ اعتراض:

بعض مناظر لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن آپ ﷺ پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر اسی سے عیدِ میلاد کا جواز پیدا کرتے ہیں۔

جواب:

یہ صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اُنہی احادیث میں جمعرات کے روزے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی (وصحّحہ ابن حبان) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیر اور جمعرات کا کوشش کر کے روزہ رکھا کرتے تھے۔ جبکہ نسائی اور ابوداؤد (وصحّحہ ابن خزیمہ) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بتایا کہ پیراور جمعرات کو بندوں کے اعمال، اللہ کے حضور پیش کیئے جاتے ہیں اور میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔ ۳۰؎

اور صحیح مسلم و ترمذی میں بھی پیراور جمعرات کے روزہ کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔اور مسلم کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پیر کے روزے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی دن میں پیدا ہوا تھا، اور اسی دن میں مبعوث کیا گیا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی تھی۔ ۳۱؎

ان تمام احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پیر و جمعرات کے روزے کا اصل سبب اعمال کا پیش کیا جانا ہے۔اور اضافی سبب (صرف پیر کے روزہ کے لیئے) یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اسی دن پیدا ہوئے تھے۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کا روزہ رکھنا محض ولادت کی وجہ سے ہوتا تو آپ ﷺ صرف پیر کا روزہ رکھتے۔جمعرات کا نہ رکھتے۔پھر پیر کا روزہ بھی سال میں ایک مرتبہ رکھتے جو آپ ﷺ کی تاریخِ ولادت کے موافق ہوتا، ہر ہفتہ میں نہ رکھتے۔کیونکہ کسی واقعہ کی یاد سال میں ایک مرتبہ ہی منائی جاتی ہے نہ کہ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ۔

لٰہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا روزہ رکھنا اعمال کے پیش کیئے جانے کی وجہ سے تھا۔اور اگر کوئی حُبِّ رسول کا دم بھرنے والا ہے تو وہ ہر ہفتے میں پیراور جمعرات کا روزہ رکھا کرے، جو کہ سنّتِ رسول ہے، نہ کہ بدعات کا ارتکاب کرے۔اور بدعات کے جواز کے لیئے احادیث کا مفہوم توڑ موڑ کر بیان کرتا پھرے۔اور روزے کی بجائے۔اکل و شُرب کی محفلوں کی طرف دعوت دیتا پھرے۔

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ہرگز ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ربیع الاوّل (۹ یا ۱۲) کا روزہ کبھی رکھا ہو جو کہ آپ ﷺ کا یومِ ولادت ہے۔

لٰہذا اگر کوئی شخص ہر سال اس دن کا روزہ اس نیّت سے رکھے تو یہ گویا نبی ﷺ سے پیش قدمی، شریعت سازی اور نعوذُ باللہ نبی ﷺ کو شریعت آموزی ہے۔

۳۲؎۔جبکہ علماء کے صحیح تر قول کے مطابق مرسل روایت صرف عقائد ہی میں نہیں بلکہ احکام میں بھی قابلِ حجّت نہیں ہوتی۔

وَالْعِیَاذُ بِاللہِ۔

⑦ اعتراض:

نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کئے تھے۔ بعض لوگ بڑی دور کی کوڑی لاتے اور اس سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا تریسٹھ اُونٹ ذبح کرنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ نے ہر سال کے بدلے میں بطورِ عید میلاد ایک اُونٹ ذبح فرمایا۔

جواب:

بدعت ساز اور بدعت نواز لوگ پہلے ایک چیز ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسے ثابت کرنے کے لئے نصوص کا آپریشن کر کے انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ جبکہ درحقیقت ان کی اس دلیل اور دلیل دینے والے میں کوئی ربط وتعلق نہیں۔ کیونکہ:

(۱) معروف بات ہے کہ آپ ﷺ نے وہ اُونٹ دس ذوالحج کو ذبح کئے تھے۔ جو کہ بارہواں مہینہ تھا۔ جبکہ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاوّل (۹ یا ۱۲) کو ہے جو کہ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ لہٰذا ان قربانیوں اور عیدِ میلاد میں کیا مناسبت ہے؟

(۲) اگر ان قربانیوں سے عیدِ میلاد کا جواز ثابت بھی کرنا ہو تو پھر عیدِ میلاد بھی دس ذوالحج کو ہی ہونی چاہیئے۔ نہ کہ ربیع الاوّل میں۔

(۳) نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو (۱۰۰) اُونٹ کی قربانی دی تھی. ان میں سے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ تو آپ ﷺ اپنے ساتھ مدینہ منوّرہ سے لائے تھے اور سینتیس (۳۷) اُونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے. اور شرح مسلم نووی (۱۹۲/۸) میں قاضی عیاضؒ کے بقول:

آپ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ ﷺ اپنے ساتھ لائے تھے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے:

۳۳۔ بحوالہ الانصاف للجزائری۔ ص ۴۱

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سینتیس (۳۷) اُونٹ ذبح کرنے کے لئے دیئے گئے، جنہیں وہ یمن سے آپ ﷺ کے لئے لائے تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال ہی لایعنی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے جو اُوپر ذکر ہوئی۔

(۴) بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنا تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عمر شریف کے تریسٹھ (۶۳) سال پورے ہو گئے ہیں اور زیست کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور واقعی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی طرف اشارے بھی ہو گئے کہ اس حیاتِ مستعار کے خاتمے اور اس جہانِ فانی سے کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مثلاً:۔

یومِ عرفہ میں آیت (**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ...**) کا نزول ایامِ تشریق میں سورۃ الفتح کا نزول، آپ ﷺ کا بار بار خطبات ارشاد فرمانا، اور خطبات میں اشارہ کرنا کہ شاید اس سال کے بعد ہم یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں وغیرہ۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اگر تریسٹھ سال کا عدد کسی بات کی دلیل ہے تو وہ صرف اس کی کہ تریسٹھ سال کی عمر مکمل ہو گئی ہے۔ اب ان سالوں میں کسی سال کا اضافہ نہیں ہوگا۔ نہ کہ یہ ابتدائے میلاد کی علامت تھا۔ کہاں ابتداء اور کہاں انتہاء؟

⑧ اعتراض:

عیدِ میلاد کا جواز ثابت کرنے کے لئے امام سیوطی (**اَلْمَعْرُوْفُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ بِحَاطِبِ اللَّيْلِ يَعْنِي يَجْمَعُ بَيْنَ الشَّيْئِ وَ ضِدِّهٖ**) نے الحاوی فی الفتاوی میں ایک تاریخی روایت بیان کی ہے کہ:

خواب میں کسی (عباس بن عبد المطلب) کو ابولہب خائب و خاسر ملا اور اس نے بتایا کہ مجھے عذاب ہوتا رہتا ہے سوائے اس کے کہ ہر پیر کی رات کو اس دن عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی ہے۔ اور اپنی اُنگلیوں کے درمیان سے چند قطرے پانی بھی چوسنے کو ملتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جب میری کنیز ثویبہ نے مجھے محمد ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی تو میں نے اُسے آزاد کر دیا تھا اور پھر اسی نے آپ ﷺ کو دودھ بھی پلایا تھا۔

جواب:

یہ قصہ اور اس سے جوازِ میلاد کی دلیل لینا کئی طرح سے غلط ہے۔مثلاً:-

(۱)اس بات پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ کسی نبی کے خواب کے سِوا (کہ نبیوں کا خواب وحی وحق ہوتا ہے) کسی کا خواب کوئی شرعی حیثیّت نہیں رکھتا۔

(۲) یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما ہیں یا کوئی اور ہے؟ اور پھر ان سے جس نے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بالواسطہ بیان کی ہے۔لہٰذا یہ روایت مُرسل ہوئی جس سے مسائلِ عقائد کے بارے میں استدلال صحیح نہیں۔ ۳۲

(۳) اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زمانہ قبل از اسلام میں یہ خواب دیکھا ہو اور کفر کی حالت میں دیکھے گئے خواب کہاں حجّت ہونگے۔جبکہ مومن ومتقی کا خواب بھی حُجّتِ شرعی نہیں ہوتا، سوائے انبیاء علیہم السّلام کے خواب کے۔

(۴) اکثر اہلِ علم کا خیال ہے کہ کافر اگر کفر پر ہی مرجائے تو اسے اس کے کسی عمل کا ثواب نہیں ملتا۔اور یہی صحیح بھی ہے۔کیونکہ سورۂ فرقان آیت ۲۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾

"اور ہم ان (کفّار) کے اُن اعمال کی طرف متوجّہ ہوں گے جو انہوں نے (دُنیا میں) کیئے تھے۔تو اُن (اعمال) کو اُڑتی ہوئی خاک کی طرح کردیں گے۔"

اور سورۂ کہف آیت ۱۰۵ میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کردیا، اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔پس اس لیئے ان کے سارے اعمال (کفر کی وجہ سے) ضائع ہو گئے۔قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں فرمانِ الٰہی سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی حالتِ کُفر پر مر جائے تو اس کے کسی عمل کا ثواب اسے نہیں ملتا۔اور حدیث میں بھی ہے کہ:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ عبداللہ بن جدعان جو ہر حج کے موقعہ پر ایک ہزار (۱۰۰۰) اُونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور ہزار آدمیوں کو حُلّے پہنایا کرتا تھا اور جس کے گھر میں حلف الفضول کا معاہدہ طے ہوا تھا (جس میں نبی ﷺ بھی شامل تھے) کیا اسے یہ چیزیں فائدہ پہنچائیں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! قیامت کے روز میرے گناہوں کو بخش دینا''۔ ۳۳ؔ

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابولہب کے خواب کی کوئی قیمت نہیں، نہ اس سے استدلال صحیح ہے۔

(۵) ابولہب کی خوشی ایک طبعی امر تھا (کہ وہ چچا تھا) نہ کہ اس کی خوشی کوئی تعبّدی نقطۂ نظر سے تھی۔اور جب کوئی خوشی اللہ کے لئے نہ ہو بلکہ اپنے یا کسی قریبی کے یہاں بچّے کی پَیدائش پر فطری و طبعی خوشی ہو تو اس پر ثواب نہیں ہوتا۔اس بات سے بھی اس روایت کا ضعیف و کمزور اور جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔

(۶) مومن تو اپنے نبی ﷺ کے وجود سے ہر وقت خوش رہتا ہے۔لہٰذا اس کے لئے سال میں ایک مرتبہ اظہارِ خوشی کا موقع (میلاد) ایجاد کرنا، کسی طرح بھی لائق نہیں ہے۔

المختصر۔خرافیوں کے ان اور ایسے ہی دیگر بودے، بے جان اور بے سرو پا دلائل، ان کی دُور از کار تاویلوں، چابکدستیوں اور عیّاریوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکتہٗ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان الحکمۃ الکبریٰ، الخبر ۳۱۹۵۲ (سعودی عرب)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کتابیات

نمبرشمار	کتاب
۱	قرآن مجید
۲	تفسیر ابن کثیر
۳	طبقات ابن سعد
۴	دلائل النبوّۃ۔بیہقی
۵	فقہ السیرۃ علاّمہ محمد الغزالی بتحقیق علاّمہ البانی
۶	سنن ترمذی
۷	تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری
۸	زادالمعاد علاّمہ ابن قیّم بتحقیق الاناؤوط
۹	سیرت النّبی ﷺ علاّمہ شبلی نعمانی
۱۰	رحمۃٌ لّلعالمِین ﷺ علاّمہ قاضی سلیمان منصور پوری
۱۱	مجمع الزوائد امام ہیثمی
۱۲	الفتح الربانی شرح وترتیب مسند احمد الشیبانی، علاّمہ احمد عبدالرحمٰن البنّاء
۱۳	البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر
۱۴	محمد ﷺ القدوۃ الکاملۃ وزارتِ امور اسلامیہ، دبئ
۱۵	حدائق الانوار، ادارہ امور دینیہ، قطر
۱۶	تفسیر امام قرطبی (الجامع لاحکام القرآن)
۱۷	الانصاف فیما قیل فی المولد من الغلو والاجحاف، ابوبکر جابر جزائری
۱۸	الترغیب والترھیب للمنذری بتحقیق محمد محی الدین عبدالحمید

نمبر شمار	کتاب
۱۹	مشکوٰۃ بتحقیق، علاّمہ البانی
۲۰	المرعاۃ شرح المشکوٰۃ، علاّمہ عبیداللہ رحمانی
۲۱	صحیح ابی داؤد، للالبانی
۲۲	صحیح الترمذی، للالبانی
۲۳	سنن ابن ماجہ بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی
۲۴	موارد الظمآن بزوائد صحیح ابن حبان امام ہیثمی بتحقیق محمد عبدالرزاق حمزہ
۲۵	مستدرک حاکم
۲۶	مسند احمد
۲۷	صحیح الجامع الصغیر للالبانی
۲۸	سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی
۲۹	کلمۃ الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق شیخ عبداللہ بن زید آل محمود۔قطر
۳۰	فتاویٰ المنار علاّمہ رشید رضا۔مصری
۳۱	الاعتصام للشاطبی
۳۲	علم اصول الفقہ شیخ عبدالوھاب خلاف
۳۳	ارشاد العقول فی بدعۃ الاحتفال بمولد الرسول ﷺ۔مرکز الدعوۃ، دبئ
۳۴	فتح الباری شرح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی، طبع دارالافتاء
۳۵	ریاض الصالحین امام نووی مراجعۃ الارناؤوط
۳۶	المغنی امام ابن قدامہ المقدسی

تراجم وتصانیف محمد منیر قمر

نام کتاب	شائع کردہ	تاریخ طباعت
1 آئینۂ نبوت (سیرت النبی ﷺ ایک اچھوتے انداز میں)	بزم الھلال، جامعہ سلفیہ فیصل آباد	1396ھ 1976ء
2 رمضان المبارک۔	بزم الھلال، طبع اول	1396ھ 1976ء
(روحانی تربیت کا مہینہ)	مکتبہ کتاب وسنت، طبع دوم	1422ھ 2001ء
3 کشف الشبہات (توحید)	الحاج علی محمد سعید الباقرین، شارجہ	1400ھ 1981ء
4 مسنون ذکرِ الٰہی (مختصر)	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	1401ھ 1981ء
5 مناسک الحج والعمرہ	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	1981ء
6 درآمدہ گوشت کی شرعی حیثیت	شیخ محمد صالح کندی، شارجہ	1981ء
7 خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو)	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	
8 خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (انگلش)	مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ ابرڈین یونیورسٹی	1401ھ 1981ء
9 انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	1401ھ 1981ء
10 دعوت الیٰ اللہ اور داعی کے اوصاف	ادارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	1402ھ 1982ء
11 وجوبِ عمل بالسنہ اور کفر منکر	الاِدارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	1401ھ 1982ء
12 تین اہم اصولِ دین اور شروط الصلوٰۃ	الاِدارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	1403ھ 1983ء
13 تین اہم اصولِ دین	دارالافتاء۔ الریاض طبع اول	1985ء
۲۰۰۰ء تک (چھ ایڈیشن)	المکتب التعاونی بالبدیعہ وغیرہ	1413ھ
14 قبولیت عمل کی شرائط (طبع اوّل)	روبی جیولرز۔ دبئی	1411ھ 1991ء
(طبع دوم)	المہتاب انٹرپرائزز۔ قطر	1412ھ 1992ء
(طبع سوم)	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء

نام کتاب	شائع کردہ	تاریخ طباعت
15 مسنون ذکر الٰہی (مفصل) طبع اول	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1981ء
طبع دوم	" "	1994ء
طبع سوم	" "	2001ء
16 سیرت امام الانبیاء (طبع اول)	مکتبہ ابن تیمیہ۔ قطر	1992ء
17 شراب اور دیگر منشیات (طبع اول)	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1993ء
18 سوئے حرم (حج وعمرہ) ..طبع اول	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1989ء
طبع دوم	" "	1995ء
19 فقہ الصلوٰۃ (جلد اول)..طبع اول	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1990ء
20 فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم)	مکتبہ کتاب و سنّت ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1414ھ 1999ء
21 فقہ الصلوٰۃ (جلد سوم) زیر کتابت	نورِ اسلام اکیڈمی۔ لاہور	
22 فقہ الصلوٰۃ (جلد چہارم)	زیر ترتیب	
23 رمضان المبارک واحکام روزہ	زیر کتابت	1421ھ 2000ء
24 احکام زکوٰۃ وصدقات	"	
25 جہاد اسلامی کی حقیقت	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
26 سود ورشوت	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء
27 زنا کاری وفحاشی	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء
28 چند اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال	"	تیار برائے طباعت
29 مقالاتِ قمر	"	تیار برائے طباعت
30 گلدستہ نصیحت سے پچاس پھول۔	"	1421ھ 2000ء
31 پچاس سوال وفتاویٰ احکام حیض کے بارے	"	تیار برائے طباعت
32 محرمات (حرام امور)	"	تیار برائے طباعت
33 ممنوعات (ناجائز امور)	"	تیار برائے طباعت

نام کتاب	شایع کردہ	تاریخ طباعت
34 لوطت واغلام بازی	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
35 انسدادزناولواطت کیلئے اسلام کی تدابیر	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
36 سورۃ فاتحہ فضیلت ومقتدی کے لئے حکم	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	تیار برائے طباعت
37 آمین۔معنی ومفہوم، مقتدی کے لئے حکم	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
38 رفع الیدین، جانبین کے دلائل کا جائزہ	”	تیار برائے طباعت
39 درود شریف۔فضائل واحکام	نوراسلام اکیڈمی۔لاہور	1422ھ 2001ء
40 ظہورامام مہدی، (طبع اول)	مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1420ھ 2000ء
41 مسائل قربانی وعیدین		تیار برائے طباعت
42 الامام العلاّمہ ابن باز	زیر کتابت	
43 الامام المحدّث الالبانی	زیر کتابت	
44 نماز پنجگانہ کی رکعتیں مع وِترو تہجّد	علی فؤاد پبلشرز لاہور، توحید پبلیکیشنز بنگلور	1421ھ 2000ء
45 فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ضرورتِ جہاد	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	2000ھ 1421ء
46 اسیرانِ جہاد اور مسئلہ غلامی	” ”	1422ھ 2001ء
47 جمعہ مبارک۔فضائل ومسائل	مسودہ تیار برائے طباعت	
48 نماز باجماعت کا حکم	مسودہ تیار برائے طباعت	
49 مباحات ومکروھات ومفسداتِ نماز	مسودہ تیار برائے طباعت	
50 تفسیر سورۃ الحجرات	مسودہ تیار برائے طباعت	
51 تمباکونوشی	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	
52 دخولِ جنّت کے تیس اسباب	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
53 انسانی جان کی قدروقیمت اور فلسفۂ جہاد	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء
54 مسائل واحکام طہارت (مفصّل)	مسودہ تیار برائے طباعت	

نام کتاب	شایع کردہ	تاریخ طباعت
55 قبروں پر مساجد یا مساجد میں قبریں اور مقاماتِ نماز	مسودہ تیار برائے طباعت	
56 مسائل واحکام مساجد	مسودہ تیار، برائے طباعت	
57 نماز کیلئے مردوزن کا لباس	مسودہ تیار، برائے طباعت	
58 وجوبِ نقاب (چہرہ کا پردہ)	مسودہ تیار، برائے طباعت	
59 اوقاتِ نماز	مسودہ تیار، برائے طباعت	
60 مسائل واحکامِ آذان و اقامت	مسودہ تیار، برائے طباعت	
61 مصنوعی اعضاء کی صورت میں غسل ووضوء	مسودہ تیار، برائے طباعت	
62 ننگے سر نماز	مسودہ تیار، برائے طباعت	
63 نماز میں عدمِ پابندی اور تارکِ نماز کا حکم	مسودہ تیار، برائے طباعت	
64 غیر مسلموں سے تعلقات اور انکے جھوٹے کھانے پانی کا حکم۔	مسودہ تیار، برائے طباعت	
65 آدابِ دعا (مقامات، اوقات وغیرہ)	مسودہ تیار، برائے طباعت	
66 حج مسنون (شارجہ ٹیلیویژن سے نشر کردہ پروگرام)	مسودہ تیار، برائے طباعت	
67 مسائل واحکام لباس و پردہ	مسودہ تیار، برائے طباعت	
68 زیارتِ مدینہ منوّرہ (آداب واحکام)	مسودہ تیار، برائے طباعت	
69 مختصر مسائل واحکامِ طہارت ونماز	مسودہ تیار، برائے طباعت	
70 عیدِ میلادالنبی ﷺ صحیح تاریخِ ولادت مصطفیٰ، جشنِ میلاد وفات پر	مسودہ تیار، برائے طباعت	
71 رکوع میں آکر ملنے والے کی رکعت	مسودہ تیار، برائے طباعت	
72 خطباتِ مسجدِ نبوی ﷺ	" "	
73 خطباتِ مسجدِ حرام	" "	